قادیانی انگریزوں کے مفادات کی حفاظت کر کے ہی اپنا وجود باقی رکھ سکتے تھے

مرزا غلام احمد نے جہاد کو منسوخ کر دیا تھا۔

(تبصرہ: بی بی سی)

لندن، ۹ جون (بی بی سی) گزشتہ رات خبروں کے بعد بی بی سی نے پاکستان کے مرزائیوں کے بارے میں ایک خصوصی پروگرام نشر کیا۔ بی بی سی کے تبصرہ نگار نے بتایا کہ پاکستان میں اس فرقہ کے خلاف تحریک جاری ہے اور علماء کا مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے انہیں کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

تبصرہ نگار کے مطابق مشرقی پنجاب (بھارت) کے ایک قصبہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا، اس وقت وہاں پر برطانوی حکومت قائم تھی جس کے تحت ہر فرقہ کو اپنے عقائد کی تبلیغ کی پوری آزادی تھی۔ مرزا غلام احمد نے نبی ہونے کے علاوہ بھارت میں جہاد کو منسوخ قرار دے دیا تھا، چنانچہ انگریزوں کے مفاد کی بروقت حمایت کے سبب اس فرقہ کو گزند نہ پہنچا۔

جب برصغیر کی تقسیم ہوئی اور پاکستان بنا تو اس فرقے کا مرکز قادیان ہی میں رہا مگر پاکستان میں اس نے ایک نیا شہر آباد کیا اور پاکستان کے مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا اور خواجہ ناظم الدین (سابق وزیراعظم) کے دور میں وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ یہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا اور ۱۹۵۳ء میں اس نے سنگین صورت اختیار کر لی۔ حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جس نے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۵۳ء کی تحریک پر مفصل دستاویز تیار کی اس کے بعد حالات قدرے روبہ اعتدال آتے رہے لیکن اب ربوہ ریلوے اسٹیشن کے واقعہ سے پورے ملک میں پھر تحریک پیدا ہو گئی ہے اور آج بھی پاکستان کے تمام علماء متفقہ طور پر مطالبہ کر رہے ہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔ وزیراعظم بھٹو نے ملک کو جو آئین دیا ہے اس میں ملک کے صدر اور وزیراعظم کے لئے مسلمان ہونا لازمی شرط قرار دیا ہے۔ تاہم اس آئین میں ایسی کوئی بات نہیں جس میں کسی اقلیت کا کلیدی آسامیوں پر تعینات کرنے کی ممانعت ہو۔

(روزنامہ ''نوائے وقت''، ۱۰/ جون ۱۹۷۴ء)

مولانا محمد مغیرہ (پانچویں وآخری قسط)

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی

(اس سلسلے کی چوتھی قسط اپریل میں شائع ہوئی تھی)

قارئین! ہمارے محترم آزاد خیال گروپ کے محمد الفضا دصاحب چودہ صدیوں کے علماء، محدثین، مفسرین کے اقوال وفرامین سے الرجک ہیں اور قرآن وحدیث فہمی میں وہ اپنے آپ کو خود کفیل اور اپنے آپ کو بااعتماد ویقین کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث فہمی میں ان کو چودہ صدیوں کے علماء، محدثین ومفسرین کی قطعاً ضرورت نہیں اور ہر جگہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے اقوال قرآن وسنت کے مقابلہ میں قابل حجت نہیں۔ یہ الفاظ اتنے خوش نما ہیں کہ ہم بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مگر ہم حیران رہ گئے جب محترم محمد الفضا دصاحب نے حدیث بخاری کے مقابلہ میں اپنی اختراعی تقریر جوان کی خواہش نفس کے عین مطابق ہے، جھاڑ دی۔ جو شخص بار بار یہ کہتا چلا آ رہا ہے اور نا معلوم کب تک کہتا چلا جائے گا کہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں بزرگوں کے اقوال قابل حجت نہیں وہ اپنی بات کتنی جرأت اور ڈھٹائی کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔

قارئین محترم! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: **ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة**

''میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے'' (بخاری، ج۱، ص۱۵۹، ۲۵۳)

اس حدیث کے الفاظ اور ترجمہ اس قدر واضح ہے کہ اس کو سوائے ماننے کے کسی قسم کی حیل حجت سوائے سُوئے فہمی کے اور کچھ نہیں۔ لیکن محترم محمد الفضا دصاحب یوں رقم طراز ہیں کہ

اوّل) ''اس سے مراد حقیقی جنت نہیں ہے، کیونکہ اوّل حقیقی جنت آسمانوں کے اوپر ہے پھر جنت الفردوس اس کی سب منزلوں سے بلند ہے۔ اس کے اوپر اگر کچھ ہے تو فوقہ عرش الرحمٰن اس سے اوپر اللہ کا عرش ہے، بس''

دوم) ''جنت میں کسی کو جسمانی تکلیف نہیں پہنچے گی جبکہ **روضہ من ریاض الجنة** میں رہتے ہوئے حضور (ﷺ) کئی دفعہ زخمی ہوئے''......الخ

سوم) ''جنت میں کوئی ذہنی پریشانی نہیں ہوتی جبکہ روضہ من ریاض الجنۃ میں رہتے ہوئے آپ کو کئی دفعہ منافقین کی سازشوں سے ذہنی اذیت پہنچی''......الخ (ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' فروری ۲۰۰۱ء ص ۳۹)

قارئین محترم! یہ ہیں محمد الفضا دصاحب، کہ اللہ کے رسول ونبی ﷺ فرمائیں: **ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة** مگر آں محترم لفظی ہیر پھیر سے باور کرا رہے ہیں کہ حقیقی جنت نہیں ہے۔ اگر آپ کے بقول

حقیقی جنت نہیں تو صاف کیوں نہیں کہتے کہ جنت ہی نہیں۔(معاذ اللہ) آخر کب تک چھپتے رہو گے؟ آپ کے ہاں جو نئی تحقیق ہے، اس کو منظر عام پر لائیں، حق گوئی کا فریضہ انجام دیں مگر اس بات کا آپ کو خیال رہنا چاہیے کہ جس ذات اقدس ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ **مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة** نکلے ہیں۔ان کو بھی یقیناً علم تھا کہ جنت حقیقی آسمانوں کے اوپر ہے۔آپ کی نئی تحقیق نہیں اس کے باوجود آپ ﷺ تو فرمائیں ''جنت کے باغوں میں سے باغ ہے''، مگر جناب الفھا د صاحب حقیقی غیر حقیقی کے چکر چلائیں ہمیں نہیں سمجھ آسکی کہ انکار کرنا کیسے ہوتا ہے؟ اور پھر یہ کہ حدیث کے مقابلہ میں آپ کی بات جو محض خواہش نفس پر مبنی ہے، آخر کیوں مانیں؟ جبکہ آپ کی ذاتی حالت تو یہ ہے کہ چودہ صدیوں کے علماء، محدثین و مفسرین کے فرامین کو آپ قرآن و حدیث کا مقابل گردان کر ماننے کیلئے تیار نہیں جبکہ حدیث کے مقابلہ میں آپ اپنی بات منوانا چاہتے ہیں، آپ کون ہیں، آپ کی کیا حیثیت ہے، کیا پوزیشن ہے، آپ سابقہ محدثین سے حدیث فہمی میں زیادہ حدیث فہمی کا ملکہ رکھتے ہیں؟ اگر حدیث کے مقابلہ میں آپ کی تخیلاتی رائے کو ماننا ہے جبکہ آپ کی حدیث فہمی میں کوئی حیثیت ہی نہیں تو پھر بہتر ہے کہ ایسے شخص کی اس حدیث پر شرح تسلیم کی جائے جس کا حدیث فہمی میں ایک مقام ہے اور اس کا ایک عالم معترف ہے، جس کا اسم گرامی علامہ محمد انور شاہ کاشمیری (رحمتہ اللہ علیہ) ہے۔ وہ یوں رقم طراز ہیں: ''اس ارشاد نبوی کی شرح سب سے زیادہ صحیح میرے ہاں یہ ہے کہ یہ زمین کا ٹکڑا جنت ہی سے آیا ہے پھر جنت کی طرف اٹھایا جائے گا، اس لئے یہ حقیقی طور پر جنت کا باغ ہے''۔(فیض الباری، بحوالہ رحمت کائنات)

نیز ایسے ہی بخاری شریف جلد اوّل، ص ۱۵۹ پر اس حدیث کے حاشیہ پر صاحب حاشیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

فی اللمعات قال اهل التحقیق ان الکلام محمول علی الحقیقة بان ینقل هذا لمکان الی الجنة الفردوس

''اہل تحقیق (علماء) نے کہا ہے کہ بے شک (یہ کلام) حقیقت پر محمول ہے اور یہ جگہ جنت الفردوس میں منتقل کردی جائے گی''

اس کے بعد لکھتے ہیں: **قال العینی وحمل کثیر من العلماء الحدیث علی ظاهره فقالوا ینقل ذالک الموضع بعینه الجنة**

''(علامہ) عینی کہتے ہیں کہ اکثر علماء حدیث نے (اس حدیث کو) ظاہر پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جگہ بعینہ جنت میں منتقل کردی جائے گی''

قارئین! کیا عجیب بات ہے، معلوم ہوتا ہے کہ محمد الفھا د صاحب نے جو موقف اختیار کیا ہے کہ حضور ﷺ کا روضہ حقیقی جنت نہیں، اس پر کچھ پڑھنے سننے کیلئے تیار ہی نہیں۔ تخیلاتی دلائل کے باوجود ایک دور سے کوڑی لائے ہیں، اس پر لہ روضہ رسول جنت نہیں۔ یوں رقم طراز ہیں۔''**روضة من ریاض الجنة**'' سے مراد حقیقی جنت اس لئے بھی نہیں کہ

جنت میں مشرک کا داخلہ ممکن نہیں............ مسجد نبوی کی جگہ پر مسجد کی تعمیر سے کچھ عرصہ پہلے مشرکین کا قبرستان تھا اور اگر مسجد نبوی کو حقیقی جنت مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مشرکین بھی جنت میں ہیں''۔(نغمہ توحید، فروری ۲۰۰۱ء ص ۳۹)

جناب محترم محمد الفضا د صاحب! دعویٰ تو قرآن وسنت کا ہے۔آپ کو چاہیے تھا کہ اپنے اس مؤقف پر قرآن کی کوئی آیت یا احادیث کے ذخیرہ سے کوئی حدیث لاتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا روضہ جنت حقیقی نہیں ہے مگر سب تخیلات ہیں، جن کا آپ نے سہارا لیا اور کمال بات ہے کہ اس تاریخی بات کو تو آنجناب نے یاد کیا ہوا ہے۔جس سے آپ کے مطالعہ کی وسعت معلوم ہوتی ہے، مگر افسوس کہ مطالعہ حدیث کی طرف توجہ معلوم نہیں ہوتی۔ وگرنہ یہ دور کی کوڑی لانے کی زحمت آپ نہ فرماتے۔اگر آنجناب ہم غریبوں کا مشورہ مان لیں تو فائدہ ہوگا۔البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اس سے آنجناب کی قائم کی ہوئی تاریخی دلیل اپنی موت آپ مرجائے گی مگر حق واضح ہو جائے گا۔اللہ کرے حدیث رسول اور فرمان رسول علیہ السلام ہم سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو اور دلی اطمینان کا سبب بنے۔تو لیجئے! حدیث رسول ملاحظہ فرمائیں:

عن انس قال قدم النبی ﷺ و امر ببناء المسجد فقال یا بنی النجار ثامنونی قالوا لانطلب ثمنه الا الی الله فامر بقبور المشرکین فنبشت ثم بالخرب فسویت و بالنخل فقطع۔

''جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مسجد بنانے کا حکم دیا تو فرمایا:''اے بنی نجار! مجھ سے زمین کی قیمت لے لو، انہوں نے کہا (اس کی قیمت) ہم صرف اللہ سے لیں گے۔(یعنی اس کا بدلہ) پھر آپ نے حکم کیا، پس مشرکین کی قبریں اکھاڑ پھینکی گئیں، کھنڈرات کے متعلق حکم کیا، وہ ہموار کر دیئے گئے اور درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا تو وہ کاٹ دیئے گئے''۔(بخاری، ج۱، ص۲۵۱)

یہی بات مسلم شریف میں ان لفظوں کے ساتھ موجود ہے:

انه امر بالمسجد قال فارسل الی ملأ بنی النجار فجاءُ وا فقال یا بنی النجار ثامنونی بحائطکم هذا قالوا لا والله ما نطلب ثمنه الا الی الله قال انس فکان فیه ما اقول کان فیه نخل و قبور المشرکین و خرب فامر رسول الله ﷺ بالنخل فقطع و بقبور المشرکین فنبشت و بالخرب فسویت (مسلم، ج۱، ص۲۰۰)

''(پھر) آپ کو مسجد بنانے کا حکم کیا گیا تو بنو نجار کے لوگوں کو بلا بھیجا، وہ آئے، آپ نے ان سے فرمایا تم اپنا باغ میرے ہاتھ بیچ ڈالو، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تو اس باغ کی قیمت نہ لیں گے مگر اللہ تعالیٰ سے (بدلہ یعنی ثواب چاہتے ہیں) راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، اس باغ میں جو چیزیں تھیں، ان کو میں (جانتا ہوں) کہتا ہوں

اس میں کھجور کے درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں اور کھنڈرات تھے۔ پس آپ نے حکم فرمایا تو کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے اور مشرکین کی قبروں کو (کھود کر) اکھاڑ پھینکا گیا اور کھنڈرات درست کر دیئے گئے۔

قارئین محترم! کئی دینی مسائل ایسے ہیں جو امت میں اختلافی چلے آ رہے ہیں کہ دورِ صحابہ میں چونکہ وہ مسئلہ اختلافی صورت اختیار کر گیا اور جو بات دورِ صحابہ میں مختلف فیہ رہی اور اس میں اس وقت اختلاف رفع نہ ہو سکا تو اس مسئلہ میں امت میں کسی شخص کو یہ اتھارٹی حاصل نہیں ہے کہ اس اختلاف کو رفع کر سکے اور امت کے علماء نے ایسے ہی کیا اور کبھی بھی ایسی کوشش نہیں کی گئی کہ کسی صحابی کے موقف کو غلط کہہ کر رد کیا ہو۔ ہاں! امت کے علماء کا یہ معمول رہا ہے کہ ایسے مسائل میں جو موقف اختیار کیا تو دوسرے طبقہ کے مؤقف کو کبھی بھی رد کر کے ان پر کسی قسم کی طعن و تشنیع نہیں کی اور نہ ہی دوسرے طبقہ کے افراد کی تضلیل، تفسیق و تجہیل کی۔

ان مسائل میں ایک مسئلہ سماع موتی کا ہے کہ انتقال کے بعد میت کسی کی بات کو سنتا ہے یا نہیں؟ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے شخص کو سماع کی قوت حاصل ہے جبکہ دوسرا طبقہ اس کے خلاف مؤقف رکھتا ہے۔ کہ سماع کی قوت حاصل نہیں جو طبقہ سماع موتیٰ کا قائل ہے۔ صحابہ میں سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مؤقف عدم سماع کا مشہور ہے۔ دونوں بزرگ قابل احترام ہیں دونوں بزرگ اللہ کے آخری نبی ورسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ ہیں۔ دونوں کے پاس اپنے اپنے مؤقف پر دلائل ہیں، دونوں بزرگ باہم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔ ایک بزرگ دوسرے بزرگ کے بارے کوئی ایسا جملہ نہیں کہتا جس سے دوسرے پر طعن وارد ہو۔ دونوں بزرگ مسلمانوں کیلئے قابل احترام ہیں۔ دورِ صحابہ کے بعد جو لوگ سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ ان میں امام بخاری، سید عبدالقادر جیلانی، ابن جریر طبری، امام تقی الدین سبکی، امام ابن تیمیہ، علامہ ابن عبدالبر، ابن ابی شیبہ، قاضی عیاض، امام سخاوی، علامہ ابن حجر مکی، امام ابن قیم، امام قرطبی، امام نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی کے علاوہ بھی امت کے کئی نامی گرامی علماء گزرے ہیں، جو سماع موتیٰ کے قائل تھیں (فہرست پیش کرنا مقصود نہیں)۔ یہ امت کے بڑے جلیل القدر باعمل عالم، اللہ کے ولی تھے اللہ کا خوف ان کے دلوں میں ہے وہ مفسر قرآن بھی تھے، محدث بھی، راسخ العقیدہ، مؤحد، قاطع شرک و بدعت بھی مگر سماع موتیٰ کے قائل تھے۔

ایسے ہی اصحاب کے بعد امت کا ایک مضبوط و عظیم طبقہ عدم سماع کا قائل ہے۔ مگر دونوں طبقے اپنے مؤقف پر قائم رہتے ہوئے دوسرے طبقہ کے اصحاب کا احترام کرتے ہیں۔ ان کے لئے کبھی نامناسب ناروا جملے زبان پر کبھی نہیں لائے۔ اس بارے میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ یوں بیان فرما رہے ہیں:

''مسئلہ سماع موتیٰ قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا۔ قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف فیہ رہے۔ اکثر صوفیا سماع موتیٰ کے قائل ہیں لیکن حنفیہ کے

نزدیک ثابت نہیں۔ہاں! میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کر سکے.........تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل، تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا۔اس تضلیل و تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام تک پہنچے گا''۔(کفایت المفتی، جلد ا)

قارئین! جو کچھ ہم نے اوپر عرض کیا، مفتی صاحب مرحوم کے اس فرمان سے، اس میں پختگی آ گئی۔دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ ہم نے کہا مفتی صاحب کے اس فرمان سے اس کی تائید ہوگئی کہ مسئلہ سماع موتی صحابہ کرام سے اب تک مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔آپ جس موقف کو چاہیں اپنائیں مگر دوسرے طبقہ کے اصحاب کیلئے کوئی غلط جملہ استعمال نہ کریں۔جس سے دوسرے طبقہ کے اصحاب کی تضلیل و تفسیق ہو۔کہ اس کا اثر اصحاب رسول علیہم الرضوان تک پہنچے گا۔گو کہ مسلک اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے کیلئے مفتی صاحب مرحوم کا حوالہ ہی کافی ہے کہ واقعی مسئلہ سماع موتی کی یہی حقیقت ہے۔

چونکہ ہمارے محترم محمد الفضا د صاحب کے ہاں مولانا حسین علی صاحب مرحوم واں بھچراں والے اور ان کے شاگرد علماء کے علاوہ چودہ صدیوں کے علماء، مفسرین و محدثین کے اقوال و فرامین معتبر نہیں ہیں۔لہٰذا اس مسئلہ پر ہم چاہیں گے کہ مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد علماء کی اس مسئلہ سے متعلقہ تحقیق آپ کے سامنے پیش کریں۔تاکہ بات پختہ ہوجائے کہ مسئلہ سماع موتی واقعی قرن اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔نیز یہ کہ آپ جس مؤقف کو چاہیں قبول فرمائیں مگر دوسرے طبقہ کے اصحاب کی تضلیل و تفسیق نہ کی جائے کہ اس کا اثر صحابہؓ تک پہنچے گا۔

مولانا حسین علی مرحوم کے مشہور شاگرد مولانا غلام اللہ خان مرحوم اپنی تفسیر جواہر القرآن جلد ۲، صفحہ ۹۰۲ پر اس بارے میں رقم طراز ہیں: ''سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔یہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں، جن کی نفی یا اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہے۔بلکہ یہ علمی اور تحقیقی بحث ہے، جس میں بحث و تمحیص اور نظر و تحقیق کی گنجائش ہے۔امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں دو رائیں رہی ہیں، کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بنا پر سماع موتی کی نفی کی ہے۔علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں۔جن پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں''۔

قارئین محترم! مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد مولانا غلام اللہ خان کی اس مندرجہ بالا تحریر میں جہاں یہ بات واضح ہوئی کہ مسئلہ سماع موتی پر امت محمدیہ کے علماء کی دو رائیں رہی ہیں۔اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مسئلہ سماع موتی اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں ہے۔جس کی نفی یا اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہو بلکہ ایک علمی و تحقیقی مسئلہ ہے، جس میں نظر و تحقیق کی گنجائش ہے''۔

مولانا غلام اللہ خان مرحوم اپنے شیخ اور استاذ مولانا حسین علی مرحوم کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں کہ ''البتہ

قائلین سماع کی تکفیر وتضلیل نہیں کرتے تھے‘‘ ۔ (بحوالہ رد منکرات ،ص۵) اور ایسے ہی شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدین مرحوم یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم ومغفور مسئلہ سماع موتی کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ (ماہنامہ ’’تعلیم القرآن‘‘ جولائی ،اگست ۱۹۸۴ء)

قارئین کرام! ہم نے جو کچھ آپ سے کہا وہی کچھ مفتی کفایت اللہ مرحوم نے فرمایا اور مولانا غلام اللہ خان مرحوم ،مولانا قاضی شمس الدین مرحوم کے قول وفرمان سے اس کی بھرپور تائید ہوگئی۔ کہ واقعی مسئلہ سماع موتی اُمت محمدیہ میں مختلف فیہ چلا آرہا ہے اور امت کے علماء کی اس بارے دورائیں رہی ہیں۔ اور یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں جس کی نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا مدار ہو۔

محترم قارئین! ہم پہلے اپنے محترم محمد الفضا دصاحب سے پُر اعتماد تھے کہ اگر چہ پوری امت کے علماء کی بات ان کے ہاں بزرگوں کے اقوال ہیں اور وہ قابل حجت نہیں ۔مگر ان کے دعویٰ کے مطابق مولانا حسین علی مرحوم اور ان کے شاگرد علماء کا فرمان ان کے لئے راہنما ہے مگر کیا کیا جائے کہ ہمارے محترم محمد الفضا دصاحب آزاد خیالی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ مولانا حسین علی مرحوم اور ان کے شاگرد علماء کو بھی خاطر میں نہ لاکر آزاد خیالی میں فرما گئے کہ ’’مردوں کے سننے کا عقیدہ بھی ان مفروضوں میں شامل ہے جو مذہبی فنکاروں نے شرک پھیلانے کیلئے گھڑ رکھے ہیں‘‘ ۔(نغمہ توحید ،دسمبر ۲۰۰۰ء ص ۴۶) اس اعتبار سے مردوں کے سننے کا عقیدہ جب امت کو حضور ﷺ کے تربیت یافتہ صحابی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ تو سب سے بڑے مذہبی فنکار (معاذ اللہ) عبداللہ ابن عمر ہوئے جنہوں نے شرک پھیلانے کیلئے یہ عقیدہ گھڑا ، پھر اس شرکیہ عقیدہ پر چلنے والے امام بخاری ،سید عبدالقادر جیلانی ،ابن جریر ،امام تقی الدین سبکی ،امام ابن تیمیہ ،ابن عبدالبر ،ابن ابی شیبہ ،قاضی عیاض ،امام سخاوی ،علامہ ابن حجر مکی ،امام ابن قیم ،امام قرطبی ،امام نووی ،ابن حجر عسقلانی ودیگر امت کے نامی گرامی علماء ہیں تو جس نے بھی اس عقیدہ سماع موتی کو اپنایا ،وہ مشرک ہوا تو محمد الفضا دصاحب کے فتویٰ کے اعتبار سے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی مشرک امام بخاری بھی مشرک ،ابن تیمیہ بھی مشرک اور ایسی بدعقیدگی کا نام ہے کہ کبھی بھی معافی کا امکان نہیں کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (پارہ ۵)

اب محمد الفضا دصاحب ہی خود بتا سکتے ہیں کہ ان کے فتویٰ شرک کی زد میں جب عبداللہ ابن عمر جیسا صحابی رسول بھی آرہا ہے تو اس فتویٰ کو بیان فرما کر کس کی ترجمانی کررہے ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ شرک کو شرک نہ کہیں ،ان کے بارے میں آپ کے فتویٰ کی انتظار ہے ۔کیونکہ مسئلہ سماع موتی کو مولانا حسین علی مرحوم ،مولانا غلام اللہ خان اور قاضی شمس الدین شرک نہیں کہتے بلکہ ان کا فرمان ہے کہ مسئلہ سماع موتی اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں ،جس کی نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا مدار ہو بلکہ ایک علمی مسئلہ ہے ،جس میں نظر وتحقیق کی گنجائش ہے ۔اور ہمیں توقع ہے کہ اس کے بعد جو فتویٰ محمد

الفضاد صاحب صادر فرمائیں گے، وہ یہی ہوگا کہ جو مسئلہ سماع موتی کو شرک نہیں کہتا، وہ بھی مشرک ہے، کیونکہ اس میں مذہبی آزادی کا راز مضمر ہے۔

قارئین محترم! ہم نے آپ کی خدمت میں چند باتیں عرض کیں: (۱) اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ جس جگہ میت کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور جہاں جسم انسان قرار پکڑتا ہے، وہی قبر ہے۔ جس پر قرآن مجید کی تین آیات پیش کیں اور اسی طرح اس مؤقف پر چھے احادیث صحاح ستہ سے پیش کیں نیز اصحاب رسول علیہم الرضوان بھی اسی ارضی قبر کو قبر کہتے ہیں، جسکے چار حوالہ جات صحاح ستہ سے پیش کئے۔

۲) اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ قبر و برزخ میں ثواب و عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے، جس پر قرآن کریم کی تین آیات اور صحاح ستہ سے تین احادیث پیش کی گئیں (جبکہ کئی احادیث اس کے علاوہ موجود ہیں) نیز امام ابن کثیر کی تفسیر ابن کثیر **النار یعرضون علیھا غدوو عشیا** کے تحت ابن کثیر کا فیصلہ **ھذہ الایۃ اصل کبیر فی استدلال اھل السنۃ علی عذاب البرزخ فی القبور** کے ساتھ مندرجہ بالا آیت کے تحت ذکر کردہ تفسیر کا خلاصہ پیش کیا۔ جس کی تفصیل ''نقیب ختم نبوت'' ستمبر ۲۰۰۱ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۳) وابستگان اہل سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے جو وفات مقدر تھی، وہ آپ پر وارد ہوئی اور آپ ﷺ کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔ جس پر دو آیات قرآنیہ سے بطور دلالت النص حیات النبی کے مسئلہ کا ثبوت پیش کیا گیا جبکہ حیات النبی پر پانچ احادیث پیش کی گئیں نیز **سماع عند القبر الشریف** پر ابوداؤد شریف جو صحاح ستہ سے حدیث کی کتاب ہے کے حوالہ سے ایک حدیث پیش کی گئی۔ اور اس کے ضمن میں حدیث **من صلی علی عند قبری سمعتہ**' پر بوجہ راوی محمد بن مروان سدی صغیر محترم محمد الفضاد کو اعتراض تھا تو ہم نے اس حدیث کو دوسری سند سے ذکر کر دیا ہے اور اس پر مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد علماء کے تائیدی فرمان پیش کر کے اپنے مؤقف کو مزین و مدلل کر دیا۔ جس کی تفصیل دوسری، تیسری اور چوتھی قسط جنوری، فروری، اپریل ۲۰۰۲ء میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس لئے ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مؤقف قرآن وسنت کی روشنی میں عین الحق ہے اور پوری امت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اس کو ریت کے محلات سے تعبیر کرنا بہت بڑی جسارت اور ہٹ دھرمی ہے۔

محمد الفضاد صاحب سے مطلوب چند وضاحتیں:

(۱) آپ نے لکھا ہے کہ ''آپ کا ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنت الفردوس میں ہیں، وہاں آپ کی روح مبارکہ ہے اور آپ کا وجود قبر مبارک میں ہے اور ہے بھی اسی طرح تر و تازہ جس طرح دفن کرتے وقت تھا'' (نغمہ توحید، فروری ۲۰۰۱ء